مولانا حبیب الرحمان صاحب لیکچرار
شعبہ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی

ایک کامیاب استاذ اور معلم کے خصوصیات و فرائض

ایک معلم کو اس وقت تک اپنے پیشے کے ساتھ دلچسپی اور رغبت پیدا نہیں ہوسکتی جب تک اسے علم کے ہمہ گیر فوائد علم نہ ہو اس لئے میں پہلے علم کے متعلق کچھ عرض کروں گا اس کے بعد معلم کی خوبیاں اور اس کے فرائض بیان کروں گا۔

علماء علم کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

الصورۃ الحاصلۃ عند العقل ۔ مشہور زمانہ فلسفی سپنسر کہتا ہے تعلیم کے معنی ہیں اندرونی حالات کا بیرونی حالات سے مطابقت کرنا۔

مشہور برطانوی مفکر تھامس لکھتا ہے:۔

تعلیم نام ہے افراد کے ماحول کے اثرات کا جس کی وجہ سے معلم کے عادات و اطوار اس کے طرز عمل اور اس کے خیالات میں ایک پائیدار تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے۔

ایک بات جس پر سب مفکر متحد معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ تعلیم سے بچوں کی خفیہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔ علم کی اہمیت کا اندازہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے لگایا جاسکتا ہے جس میں حضور اکرمؐ فرماتے ہیں:۔ مَنْ یُّرِدِ اللہُ بِہٖ خَیْراً یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْن

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ و تبارک بھلائی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔

علم ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ تمام نیک اعمال کا سلسلہ موت پر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن علم کا سلسلہ موت کے بعد بھی بدستور جاری رہتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ الا من صدقۃ جاریۃ وعلم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ۔

جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین اعمال ایسے ہیں جو منقطع نہیں ہوتے ۔ صدقہ جاریہ ۔ علم جس سے فائدہ حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اپنے والدین کو دعائیں دیں ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کے متعلق ارشاد فرمایا :۔

کہ العلماء ورثۃ الانبیاء علماء انبیاء کے وارث ہیں ۔

اسلام میں شہید کے لہو کی بہت بڑی اہمیت ہے لیکن علم کی اہمیت اس سے بھی زیادہ ہے ۔ شہید کے لہو سے تو میں بنتی ہیں لیکن علم شہیدوں کو بناتا ہے ۔ علم شہید پرور ہے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے ۔

مسجد نبوی میں دو ٹولے تشریف فرما تھے ۔ ایک جماعت متعلمین کی تھی اور ایک ذاکرین کی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں اچھی (جماعتیں) ہیں ۔ لیکن ایک دوسری سے بہتر ہے ۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم متعلمین کی جماعت میں تشریف لائے اور فرمایا انما بُعثت مُعلّماً (میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔)

یہ بہت بڑی منقبت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے ساتھ تشریف فرما ہوں ۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے ؎

گدایاں را ازیں معنی صبر نیست
کہ سلطانِ جہاں با ما است امروز

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے گلستان میں ایک عجیب منظوم واقعہ لکھا ہے ۔ فرمایا

صاحبدلے بمدرسہ آمد زخانقاہ　　بشکست عہد صحبت اہل طریق را
گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود　　تا کردی اختیار ازاں ایں فریق را
گفت او گلیم خویش بدر میبرد ز موج　　ویں جہد میکند کہ بگیرد غریق را

اب میں اپنے موضوع کی طرف آ رہا ہوں ۔

معلّم کی خوبیاں | معلم اول اللہ تعالیٰ و تبارک کی ذات ہے وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا الخ ۔ اللہ تعالیٰ و تبارک نے حضرت آدم ؑ کو تمام نام بتا دیئے ۔ ایک مکمل معلم وہی ہو گا جو صحیح معنوں میں اچھے اخلاق کا مالک ہو گا ۔ کیونکہ فرمایا گیا ہے تخلّقوا باخلاق اللہ (اللہ تعالیٰ و تبارک کے اوصاف کے ساتھ متصف ہو جاؤ) لہٰذا ایک اچھے معلّم کی پہچان یہ ہے کہ وہ اچھے اخلاق کا حامل ہو ۔ استاد فیض رساں ہو گا ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ۔

الخلق عیال اللہ احبّھم الی اللہ انفعھم الی الناس ۔

ایک طالب علم اس وقت تک علم کے زیور سے آراستہ نہیں ہو سکتا جب تک اس کے استاد کے دل میں یہ تڑپ نہ ہو کہ میرے تلامذہ مجھ سے سیکھیں۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

الا لا تنال العلم الا بستۃ سأنبئك عن مجموعها ببیان
ذکاءٌ و حرص و اصطبار و بلغۃ و ارشاد استاذ و طول زمان

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں کہ دین کی نگاہ میں حقیقی اور کامل علم وہی ہے جو اثر سے خالی نہ ہو یعنی اطاعت کا باعث اور گناہ و معصیت ممکن ہو سکے گا جب معلم کے دل میں یہ تڑپ ہو کہ طلبہ سیکھیں۔

معلّم کا خلیق بننا ایک ضروری امر ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو معلم بنا کر بھیجے گئے (انما بعثت معلماً) خلیق تھے، ملنسار تھے، اور تمام اوصاف کے مالک تھے۔ اور یہی معلّم کی بنیادی خوبی ہونی چاہیئے فرمایا گیا ہے کہ ؎

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

معلّم کی ایک خوبی یہ بھی ہونی چاہئے کہ دل کا نرم ہو۔ جو بھی بات ہو اچھے اور نرم لہجے میں بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ و تبارک ارشاد فرماتے ہیں۔

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

استاد کا محنتی بننا اشد ضروری ہے۔ اس کے دل میں ہمیشہ یہ بات کھٹکتی رہتی ہے کہ یہ لڑکے کل کے معمار (قوم) ہوں گے۔ تب یہ ایک مکمل معلّم تصور کیا جائے گا۔

بے عمل دل ہو تو جذبات سے کیا ہوتا ہے دھرتی بنجر ہو تو برسات سے کیا ہوتا ہے
ہے عمل لازمی تکمیل تمنا کے لئے ورنہ رنگین خیالات سے کیا ہوتا ہے

اگر معلم کسی لڑکے کے متعلق یہ رائے قائم کرتا ہے کہ یہ نہیں سمجھ سکتا، اور وہ لڑکے کی طرف التفات ہی نہ کرے تو یہ ایک کامل معلّم تصور نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کند ذہن اور سست لڑکے معلّم کی شفقت کی وجہ سے بڑے لوگ بن چکے ہیں۔ کنول کی مثال لے لیجئے۔ سفید نازک پھول ہمیشہ سیاہ درشت گارے سے اگتا ہے ایک اچھے اور محنتی معلّم کی پہچان یہ بھی ہے کہ لڑکوں سے رخصت ہوتے وقت اگر وہ زبان قال سے نہیں تو زبان حال سے یہ کہتے ہوئے اپنے شاگردوں کو داغ مفارقت دیتا ہو ؎

یوں نہ بھی ہو گا کوئی نغمہ سرا میرے بعد اور ہی ہو گی گلستاں کی فضا میرے بعد
راہ سنسان مکان خستہ مکین افسردہ کیسا ویران ہوا شہر وفا میرے بعد

معلمی پیغمبری نیابت ہے بعض سست، کام چور اور معلمی کے حروف ابجد سے ناآشنا لوگ بھی اس پیشہ کو اختیار کر لیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت کی نگاہوں سے اگر دیکھا جائے تو صحیح معنوں میں ایسے معمارانِ قوم تیار کرنا (جن کا ضمیر شبنم آلود پھول سے زیادہ پاک اور ایک صاف قطرے سے زیادہ صاف ہو) اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

بعض لوگ اس پیشے کو بہت ہی آسان تصور کرتے ہیں۔ لیکن ساحل پر کھڑے ہو کر طوفان میں سے راستہ بنانے والوں کی مشکلات کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ پتہ تو اس وقت چلتا ہے جب گلستانِ علم کی سخت زمین کو ہموار کرنے اور اس کی آبیاری کرنے کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔

استاد کی دوسری خوبی یہ ہونی چاہیئے کہ اس کے قول وفعل میں تضاد نہ ہو۔ ورنہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ استاد کا بسطۃ فی العلم ہونا اشد ضروری ہے اگر ایک معلم کو اپنے مضمون پر عبور نہ ہو تو گویا وہ اپنے تلامذہ کو دھوکا دے رہا ہے۔ اسی طرح استاد کا بسطۃ فی الجسم ہونا ایک اضافی خوبی گنی جاتی ہے۔ استاد کے لئے پاک ظرف ہونا چاہئے۔ کیونکہ علم ایک نور ہے اور ایک نورانی چیز کو ظلمتی ظرف میں ہرگز نہیں سمویا جا سکتا۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں ؎

شکوت الی وکیع سوء حفظی   فاوصانی الی ترک المعاصی
فان العلم نور من الٰہ   و نور اللہ لا یعطی لعاصی

ایک اچھے استاد کے بغیر سارے تعلیمی منصوبے بیکار رہ جاتے ہیں۔ سب اسکیمیں اکارت ہو جاتی ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تعلیم کی کامیابی ربط کے اصول میں ہے۔ مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کامیابی کا راز اگر کسی چیز میں پنہاں ہو سکتا ہے تو وہ استاد کے جوش و خروش میں اس کے ولولے میں اُس تڑپ میں جو ایک استاد اپنے کام کے لئے اپنے دل کی گہرائیوں میں پاتا ہے۔ ان بچپن کے جذبات اور تاثرات میں جو ابتک متعلّم کے دل میں خوابیدہ ہیں اور جنہیں ایک مخلص معلم ہی بیدار کر سکتا ہے۔ استاد ایک تخلیقی مالی ہے اس کے جامعی باغ میں ہر قسم کے پودے ہیں۔ کچھ گہرے شوخ رنگ کے ہیں کچھ ہلکے رنگ کے۔

جیسے باغ جہاں کے مالی نے ہر پھول کی خود آبیاری کی۔ ہر اچھا باغبان پودے کی انفرادیت کا خیال رکھتا ہے۔ اس کے لئے صحیح قسم کی غذا، دھوپ اور ہوا پہنچاتا ہے۔ تاکہ وہ زندگی کی تڑپ جو اس میں پنہاں ہے پوری آب وتاب سے پھوٹ کر نکلے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ پودا باغ کے اس گوشے میں لگے جہاں اس کا رنگ دوسروں سے ہم آہنگ ہو۔ جہاں اس کی مہک سے پورا باغ ایرانی قالین کی بہار دے سکے۔

استاد کی ذمہ داریاں معلم کا کام ہے اپنے خیالات کو دوسروں تک پہنچانا اس کے ذمہ یہ کام ہے کہ وہ علم کے چمن کو کیسے خوبصورت بناتا ہے۔

پہلے زمین ہموار کرنی چاہیئے زمین ہموار نہ ہو تو اچھا بیج بھی فائدہ نہیں دیتا۔ زمین ہموار کرنے کا یہ مطلب ہے کہ لڑکوں کے ذہن کو شرک اور الحاد سے پاک کرے۔ اور توحید کے بیج کے لئے تیار کرے تاکہ لڑکے صحیح معنوں میں موحّد بن سکیں۔

اگر ایک معلّم اس قسم کی باتوں کو درغور اعتنا نہیں سمجھتا تو میں یہ کہوں گا کہ یہ معلّم بغیر کوئلے کے پھونکیں مار رہا ہے اور ایسے چقماق کو رگڑ رہا ہے جو آگ نہیں دے سکتا۔

ایک معلّم کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ لڑکوں کے مابین ترجیحی سلوک سے کام نہ لے کیونکہ علم کی مثال تو چاندنی جیسی ہے جس کے لئے پہاڑ اور میدان سب برابر ہوتے ہیں۔

معلّم کی نیت اچھی ہو وہ یہ قصد کرے گا کہ میں علم (نور ایمانی) پھیلا رہا ہوں۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ علوم آخرت یا دنیاوی علوم سکھانے والا معلم کہلاتا ہے لیکن آخرت کی نیت سے۔ استاذ کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ طالب علم کے رجحان کو صحیح طریقے سے پرکھے تاکہ جس طرف اس کا میلان ہے اسی نہج پر اسے لگایا جا سکے۔ ایک لڑکا اس کا رجحان مطالعہ کتب کی طرف ہے تو نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اس کی غیر نصابی سرگرمی یعنی مطالعہ کی طرف بھی توجہ دینی چاہیئے تاکہ وہ اس میدان میں نام پیدا کر سکے۔

اسی طرح ایک لڑکا جس کا رجحان تقریر کی طرف ہے تو تقریر کے میدان میں اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے تاکہ یہ لڑکا فن خطابت کے آسمان کا چاند اور ستارہ بن سکے۔ اور پھر اسی فن خطابت کی وجہ سے وہ ہر باطل فرقے کا بطریق احسن جواب دے سکے گا۔ وہ ایک بہترین مناظر بنے گا۔ دین پر ہر حملے کا جواب ایسے منہ توڑ طریقے سے دے گا کہ پھر کسی کو بھی غلط طریقے سے آنکھ اٹھانے کی جرأت نہ ہوگی۔

کسی نے اس قسم کے مناظرہ کو عجیب منظوم طریقے سے پیش کیا ہے۔

کسے بگفت کہ عیسیٰؑ ز مصطفیٰؐ اولیٰ ست — کہ ایں بزیر زمیں دفن او باوج سماست

بگفتمش کہ نہ ایں حجت قوی باشد — حباب بر سر آب و گوہر تہ دریاست

اساتذہ کرام کی خدمت میں چند معروضات عرض کئے جاتے ہیں اگر ان پر عملاً التزام کیا گیا تو انشاء اللہ قوی امید ہے کہ طلبہ کو علوم و فنون اور کتابوں سے جلد مناسبت اور استعداد پیدا ہو جائے گی۔ نیز ان کی علمی اور اخلاقی حالت بھی سدھر ہو جائے گی کہ یہی تعلیم کا اصل مقصد ہے۔

۱۔ دینی تعلیم عبادت و طاعت ہے اور اس کا ثمرہ آخرت میں اجر عظیم ہے۔ لہٰذا تمام اساتذہ عبادت طاعت اور اجر و ثواب ہی کی نیت سے دینی تعلیم کو اپنا فریضہ سمجھیں۔

۲۔ اساتذہ تعلیم و تدریس کے علاوہ طلبہ کی دینداری اور اعمال و اخلاق کی نگرانی کو بھی اپنا فرض سمجھیں

باقی ص ۴۵ پر